اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنیٓ اسرآئیل:70)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

سیرت نبوی ﷺ کا ایک خوبصورت پہلو:

ربیع الاوّل کا مبارک مہینہ محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کا مہینہ ہے۔ ہمارے اکابر کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اس مہینے میں نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ کو کھول کھول کر بیان کرتے تھے، تاکہ آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کی سیرت سنے اور نقش قدم پر چل کر اللہ رب العزت کی رضا حاصل کر سکے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی سیرت مبارکہ کا ایک خوبصورت پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسان کو انسان کا احترام سکھایا۔ احترامِ انسانیت اور احترامِ آدمیت کی تعلیم دی۔ اللہ رب العزت نے بھی قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنیٓ اسرآئیل:70)

''اور تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو احترام بخشا''

التکریم کا لغوی معنیٰ:

اکرام اور احترام قریب المعنیٰ الفاظ ہیں۔ اسی طرح ایک لفظ اَلتَّکْرِیْم ہے۔ اس کا مادہ ہے ک، ر، م۔ اس کا مطلب ہوتا ہے:

شَرَفُ الشَّيْئِ فِيْ نَفْسِهٖ

”کسی چیز کے اندر شرف کا ہونا“

القاموس الوحید کے مؤلف نے اس کا معنی اعزاز لکھا ہے۔

الکریم کا مصداقِ حقیقی:

اللہ رب العزت کے اسما میں سے ایک اسم مبارک ”اَلْکَرِیْمُ“ بھی ہے۔امام غزالیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْکَرِیْمُ هُوَ الَّذِیْ اِذَا قَدَرَ عَفَا وَ اِذَا وَعَدَ وَفّٰی وَاِذَا اَعْطٰی زَادَ عَلٰی مُنْتَهَی الرَّجَاءِ وَ لَا یُبَالِیْ کَمْ اَعْطٰی وَ لَا مَنْ اَعْطٰی

”کریم وہ ہوتا ہے کہ جب غلبہ پالے،تو وہ معاف کردے،جب وعدہ کرے تو پورا کرے اور جب دے تو لینے والوں کی امیدوں سے بڑھ کے عطا فرمائے اور اسے اس بات کی بھی پروانہ ہو کہ وہ کس کو دے رہا ہے اور کتنا دے رہا ہے“

یعنی

اپنے کو بھی دے، پرائے کو بھی دے،

وفادار کو بھی دے،غدار کو بھی دے،

نیکوں کو بھی دے، گناہگار کو بھی دے،

وَاِنْ رُفِعَتْ حَاجَةٌ اِلٰی غَیْرِهٖ لَا یَرْضٰی

”اور اگر حاجت اس کے کسی غیر کے سامنے لے جائی جائے تو وہ ناراض ہو جائے“

یعنی وہ اس بات کو برا سمجھے کہ میرے غیر سے کیوں مانگتے ہو، مجھ سے لو۔

وَ اِذَا جُفِیَ عَاتَبَ وَمَا اسْتَقْصٰی

''اور اگر اس سے جفا کی جائے تو وہ عذاب تو دے مگر عذاب کی انتہا نہ کرے''

وَلَا یَضِیْعُ مَنْ لَا ذَبِہٖ وَالْتَجَاءَ وَیُغْنِیِهٖ عَنِ الوَسَائِلِ وَالشُّفَعَاءِ

''اور جو بندہ اس کی پناہ لے اور التجا کرے تو اس التجا کرنے والے کو وہ وسائل اور سفارشیوں سے مستغنی کر دے''

جیسے اللہ رب العزت سے لینے کے لیے انسان ڈائریکٹ (بلاواسطہ) دعا مانگ سکتا ہے۔ فَمَنِ اجْتَمَعَ لَهُ جَمِیْعُ ذٰلِكَ لَا بِالتَّكَلُّف ''جس میں یہ تمام صفات جمع ہو جائیں، اور وہ تکلّف سے نہ ہوں'' فَهُوَ الْكَرِیْمُ الْمُطْلَقَ ''اس کو کریم کہتے ہیں'' وَ ذٰلِكَ هُوَاللّٰهُ تَعَالٰی (وہ اللہ تعالیٰ ہے)

صاف ظاہر ہے کہ یہ صفات اللہ رب العزت ہی کو سجتی ہیں۔

اَلتَّكْرِیْم کی اصطلاحی تعریف:

اَلتَّكْرِیْم کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

تَكْرِیْمُ الْاِنْسَانِ هُوَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ لَهُ مِنَ الشَّرْفِ وَ الْفَضْل

''اللہ رب العزت نے انسان کی شرف اور فضل عطا فرمایا، یہ اس کا احترام ہے''

تکریم انسانی کی چند مثالیں:

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو کیا شرف بخشا؟ فرمایا:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (بنیٓ اسرآئیل:70)

''اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو احترام بخشا''

اس احترام کی چند مثالیں سن لیجیے:

خَلَقَهٗ بِيَدَيْهِ اللہ رب العزت نے انسان (حضرت آدمؑ) کو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اَلصُّوْرَةُ الْحَسَنَة اللہ رب العزت نے انسان کو بہترین صورت عطا فرمائی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین:4)

مَنَحَهُ الْعَقْلَ۔ اللہ رب العزت نے اسے عقل کا نور عطا کیا۔

مَنَحَهُ النُّطْق۔ اللہ رب العزت نے اسے بولنے کی صفت عطا فرمائی۔

اَكْرَمَهٗ بِالنِّعَمِ۔ اللہ رب العزت نے نعمتوں سے اس کا اکرام فرمایا۔ کتنی نعمتیں؟

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراھیم:34)

''اور اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن بھی نہیں سکتے''

اللہ رب العزت نے باقی تمام مخلوق کے اوپر اس کو فضیلت عطا فرمائی۔ مثلاً: انسان کو دو ہاتھ عطا فرمائے۔ باقی مخلوق ہاتھوں سے وہ کام نہیں کر سکتی، جو انسان اپنے ہاتھوں سے کر سکتا ہے۔

فَضَّلَهٗ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَق

اللہ تعالیٰ نے اسے بہت ساری مخلوقات پر فضیلت دی

پھر اللہ رب العزت نے ان انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے پیارے رسولوں کو بھیجا۔ اس سے بھی اللہ رب العزت نے انسانوں کو احترام بخشا۔

حُبُّ اللّٰهِ لِلْاِنْسَانِ

اللہ تعالیٰ کا انسان سے محبت کرنا۔

پھر انسان کو ایسی صفات عطا فرمائیں جن سے اللہ رب العزت کو محبّت ہے۔ چنانچہ:

محسنین سے محبّت

توابین سے محبّت

متقین سے محبّت

متوکلین سے محبّت

اللہ رب العزت کو ایسی صفات سے محبّت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر یہ صفات پیدا فرمائی ہیں۔

مَعِيَّةُ اللّٰهِ لِلْاِنْسَانِ

انسان کو یہ شرف بخشا کہ ارشاد فرمایا:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (الحدید:4)

حِفظُ الاِنسَان

انسان کی حفاظت فرمائی۔ آج ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے طور پر دنیا میں آرام سے رہ رہے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہی نہیں، ہزاروں ٹن مادہ اس زمین پر روزانہ باہر سے گرتا ہے، مگر اللہ رب العزت نے زمین کے گرد ایسے حصار بنا دیئے ہیں کہ وہ مادہ وہیں پہ جل کے ختم ہو جاتا ہے اور انسان کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔

احترامِ انسانیت کے دو بنیادی اصول:

دینِ اسلام نے احترامِ انسانیت کے دو بنیادی اصول بتائے ہیں۔

ایک بات یہ فرمائی کہ جب تم آپس میں ملو تو انسانوں کی طرح ملو! وہ کیسے؟ فرمایا:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (لقمن:18)

کہ جب تو کسی سے ملے تو خندہ پیشانی سے مل ۔خَــدَّكَ کہتے ہیں، گال کو۔تو فرمایا کہ تو گال پھلا کر نہ مل ۔جیسے کئی لوگ جب غصے میں ملتے ہیں تو ان کا منہ پھولا ہوا ہوتا ہے۔فرمایا کہ جب بھی تم کسی دوسرے انسان کو ملو تو شگفتہ چہرے کے ساتھ......مسکراتے چہرے کے ساتھ......ہنس مکھ ہو کر ملو۔اس لیے کہ تمہیں غصے میں دیکھ کر دوسرا بندہ دور بھاگے گا اور تمہارے چہرے پر محبت اور مسکراہٹ دیکھ کر دوسرا بندہ قریب آئے گا۔اسے وحشت نہیں ہو گی۔اس اصول میں صرف مسلمانوں کی قید نہیں لگائی ۔ بلکہ فرمایا: لِلنَّـاس (انسان)۔یعنی جو بھی خدا کا بندہ ملے،قرآن مجید ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ جب بھی ہم اس سے ملیں تو شگفتہ چہرے سے ملیں۔

ایک ہوتا ہے ملنا،اور ایک ہوتا ہے کسی سے محبّت کرنا۔ یہ دونوں الگ چیزیں ہیں۔ جہاں محبّت ہوتی ہے وہاں انسان خوشی اور غمی دوسرے بندے سے شیئر کرتا ہے۔شریعت نے اس پر پابندی لگا دی کہ محبت صرف ایمان والوں سے رکھو۔اس لیے کہ اگر کفار سے محبّت رکھو گے تو تم ان کے عقائد کو بھی قبول کر لو گے۔لہذا محبّت کا تعلّق فقط ایمان والوں سے رکھنے کی اجازت ہے۔میل جول،لین دین اور تجارت ہر بندے سے کر سکتے ہیں۔

☆ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:83)

’’انسانوں سے اچھے انداز میں گفتگو کرو‘‘

تمہارے الفاظ کا چناؤ ایسا ہو،تمہاری بات کا انداز ایسا ہو کہ وہ بات دوسرے کے دل میں اپنائیت پیدا کر دیں۔دوسرے کے دل میں محبّت کے جذبات کو جگا دیں۔

یہی دو چیزیں ہی تو ہیں جن کی وجہ سے انسان دوسرے کے بارے میں ایک تصور قائم کرتا ہے کہ یہ بندہ کیسا ہے۔ پہلا......ملا کیسے؟ اور دوسرا......بات کا انداز کیسے تھا؟ تو دیکھیں کہ شریعت نے کیسی اچھی بنیاد بنائی کہ انسان ہونے کے ناتے یہ دو کام تو تمہیں کرنے ہی ہیں کہ شگفتہ چہرے سے ملو اور جب بات کرو تو اچھے انداز سے بات کرو۔

☆ لہجہ نرم ہو،

☆ محبّت اس میں ٹپکتی ہو،

☆ شرافت اس میں جھلکتی ہو۔

اگر ان دو اصولوں پر ہم عمل کر لیں تو لوگ ہمارے ساتھ ملنے جلنے میں وحشت اور اجنبیت محسوس نہیں کریں گے۔

دفعِ شر اور نفع رسانی کی تعلیم:

نبی علیہ السّلام نے اس تعلیم کو اور آگے کھول کر بیان فرمایا۔

☆ آپ ﷺ نے ایک بات تو یہ بتلائی کہ:

تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ

”تو روک لے اپنے شر کو دوسرے انسانوں سے“

ہر بندے کے اندر خیر بھی ہے شر بھی ہے۔ تو فرمایا کہ تم اپنا شر دوسرے انسانوں تک نہ پہنچاؤ۔ اس کو اپنے تک ہی رکھو۔ مثال کے طور پر کئی مرتبہ بندہ چاہتا ہے کہ دوسرے کا مذاق اڑائے۔ شریعت کہتی ہے کہ یہ جو تمہارے اندر Temptation (تحریک) پیدا ہو رہی ہے تم اسے روکو۔ اگر تم دوسرے بندے کو اس

طرح مجلس کے اندر ایذا پہنچاؤ گے تو یہ مناسب نہیں۔ لہٰذا اس شر سے دوسروں کو بچانا ہے۔

بیوی اپنے شر سے خاوند کو بچائے،

خاوند اپنے شر سے بیوی کو بچائے،

بھائی اپنے شر سے بھائی کو بچائے،

ساتھی اپنے شر سے ساتھی کو بچائے،

طالب علم اپنے شر سے دوسرے طالب علم کو بچائے۔

شر تو ہر ایک میں ہے۔ ہم فرشتے نہیں ہیں۔ مگر اس شر سے دوسروں کو بچانا بھی ہے۔ یہ شر سے بچا لینا ایک عظیم عمل ہے۔

☆ اللہ کے محبوب ﷺ نے دوسری بات میں ایک قدم اور آگے بڑھایا اور فرمایا:

اَحَبُّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ

”اللہ رب العزت کو اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ وہ پسند ہے جو اس کے بندوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو۔“

تو فرمایا کہ فقط شر سے ہی نہیں بچانا بلکہ تمہارے اندر جو خیر ہے، جو نفع ہے، تم لوگوں کو وہ بھی پہنچاؤ۔ لوگ تم سے نفع پائیں۔ اب اس میں صرف مسلمانوں کا تذکرہ نہیں ہے...... لِلنَّاس...... جو اللہ کے تمام بندوں کے لیے نفع کا ذریعہ بننے والا ہو، اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ سب سے زیادہ پسند ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے کیا ہی خوب صورت تعلیم عطائی فرمائی!

بہترین عمل:

نبی علیہ السّلام نے اس کا ایک مرکزی نقطہ بھی سمجھایا، جس نقطہ نے سب انسانوں کو ایک بنا دیا۔......وہ نقطہ کیا تھا؟......ارشاد فرمایا:

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ

''مخلوق اللہ کا کنبہ ہے''

فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ

''لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سے سب سے اچھا وہ لگتا ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہو۔''

اللہ کے بندوں کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے بھلا کرنا، یہ اعمال میں سے بہترین عمل ہے۔

انسانوں کا غم بانٹنے کی فضیلت:

اس عمل کا اندازہ ہمیں اس دن ہوگا جب ہم اللہ رب العزت کے حضور پہنچیں گے۔ حدیث مبارکہ میں مسلم شریف کی روایت ہے: قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور ایک بندہ پیش ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس بندے سے قیامت کے دن فرمائیں گے:

''اے آدم کے بیٹے! میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی ہی نہیں کی''

اب یہ سوال سن کر وہ بندہ بڑا حیران ہوگا۔

وہ کہے گا: اے پروردگار! میں آپ کی بیمار پرسی کیسے کرتا، آپ تو جہانوں کے پروردگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تمہیں پتا نہیں تھا کہ فلاں بندہ بیمار ہے اور تم نے اس کی عیادت نہیں کی۔

کیا تمہیں اس بات کا پتا نہیں تھا کہ اگر تو اس بندے کی عیادت کرتا تو تُو مجھے وہاں پا لیتا......اس بندے کی عیادت کرنے پر تجھے میری رضا ملتی، میرا تعلّق اور میرا وصل نصیب ہوتا۔ اللہ اکبر کبیرا! کسی بیمار کی عیادت کرنا اللہ کو اتنا پسند ہے!......پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: یاابن ادم! اے آدم کے بیٹے!

اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ

’’میں نے تم سے کھانا مانگا اور تم نے مجھے کھانا ہی نہیں دیا‘‘

وہ کہے گا: ’’اے پروردگار! میں آپ کو کیسے کھانا کھلاتا؟ آپ تو جہانوں کے پروردگار ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تو نہیں جانتا کہ فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اس کو نہیں کھلایا۔ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو تو مجھے وہاں پا لیتا۔

اے آدم کے بیٹے!

اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَا تُسْقِنِىْ

’’میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں دیا‘‘

وہ کہے گا: اے پروردگار! میں آپ کو کیسے پانی پلا سکتا ہوں؟ آپ تو جہانوں کے پروردگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے نہیں پلایا تھا۔ اگر تو اسے پانی پلاتا تو تو مجھے وہاں پالیتا۔

اس حدیث مبارکہ میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئیں۔

کسی بندے کی بیماری میں اس کی عیادت کرنا۔

کسی کو کھانا کھلانا۔

کسی کو پانی پلانا۔

یہ تینوں اتنے عظیم عمل ہیں کہ فرمایا کہ اگر تم یہ کام کرتے تو تم مجھے وہاں پا لیتے۔تو سوچیں کہ اللہ کے بندوں کے غم بانٹنا اللہ رب العزت کو کتنا پسند ہے۔یہی تو اللہ رب العزت چاہتے ہیں کہ میرے بندے ایک دوسرے کے ساتھ اپنے غم شیئر کریں۔یہ نہیں ہے کہ ایک بندہ مصیبت میں مبتلا ہے اور دوسرے من مرضی کی زندگی گزارتے رہیں۔مومن ایسا ہوتا ہے کہ

خنجر لگے کسی کو تڑپتے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

مومن کو ہر ایک کا غم مغموم کرتا ہے۔اسلام ہمیں اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے ؂

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستاں کا ہر پیرو جواں بے تاب ہو جائے

یہ انسانیت ہے:

ایک انگریز مصنّف تھا۔اس نے ایک ناول لکھا۔اس نے اس میں لکھا کہ آنے والے وقت میں سائنس اتنی ترقی کر لے گی کہ ہم بہتر مشینیں اور بہتر روبوٹ بنا لیں گے۔ایسا روبوٹ بنائیں گے جو انسان سے دیکھنے میں بھی اعلیٰ، بولنے میں بھی اعلیٰ اور کام کرنے میں بھی اعلیٰ ہوگا۔یعنی ہر لحاظ سے اعلیٰ ہوگا۔تو قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور کہے گا: اے اللہ! آپ نے بندہ بنایا اور میں نے روبوٹ بنایا۔دیکھیں کہ میرا روبوٹ سب سے بہتر ہے۔سٹین لیس سٹیل کا بنا ہوا......زنگ نہیں لگتا......بوڑھا نہیں ہوتا......خراب نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اچھا! دکھاؤ کیسا ہے؟ وہ اپنے روبوٹ کو چلائے گا تو دو تین مشینیں چلنا شروع ہو جائیں گی۔اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان میں کوئی خرابی پیدا کر دیں گے تو اس کا ایک پرزہ ٹھک کر کے ٹوٹ جائے گا۔وہ مشین بند ہو جائے گی اور باقی چلتی رہیں گی۔اللہ تعالیٰ

فرمائیں گے: تم نے اپنی مشینوں کو دیکھ لیا ایک خراب ہوگئی اور باقی چلتی رہیں۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے دو تین بندوں کو کھڑا کریں گے۔ پھر اللہ رب العزت ان میں سے ایک بندے کے پیٹ میں درد پیدا کر دیں گے۔ جب وہ بندہ درد سے کراہنے لگے گا تو دوسرے بندے اس کے قریب آئیں گے، پوچھیں گے کہ آپ کو کیا ہوا؟ آپ کو کہاں تکلیف ہے؟ کوئی پاؤں دبانے لگے گا، کوئی سر دبانے لگے گا، اوران میں سے ایک کی آنکھوں میں آنسو آجائیں گے کہ یہ کتنی تکلیف میں ہے۔
اللہ رب العزت اس وقت بندے سے فرمائیں گے: دیکھا! میرے ایک بندے کو تکلیف پہنچی اور دوسرے بندے کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے، یہ انسانیت ہے۔ اس پر وہ بندہ تسلیم کرے گا کہ یا اللہ! تیرا بنایا ہوا بندہ میری اس مشین سے واقعی لاکھوں درجے بہتر ہے۔
اگر ہمارے اندر یہ ہمدردی نہیں، انسانی اخوت نہیں، ایک دوسرے کے ساتھ محبّت پیار سے رہنا سہنا نہیں تو ہم میں اور مشینوں میں کیا فرق ہے۔ انسان کی فضیلت اسی میں ہے کہ وہ ایک دوسرے کے غم اور خوشی کو شیئر کرنے کے جذبات رکھتا ہے۔ اور یہی اللہ رب العزت چاہتے ہیں۔

مخلوقِ خدا پر رحم کرنے کی تعلیم:

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ

”رحم کرنے والوں پر اللہ رب العزت رحم فرماتے ہیں، تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔“

یہ حدیث مبارکہ مسلسل بالاولیت ہے۔ جو محدثین حدیث کی تعلیم دیتے تھے وہ سب سے پہلے یہی حدیث پڑھاتے تھے۔ کتنا پیارا مضمون ہے کہ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا　کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

ہم ایک دوسرے کے ساتھ محبّت اور پیار سے رہیں

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اسی کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

اللہ کے بندوں سے اللہ کے لیے پیار ہو۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوسٰی اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ

”ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔“

لَنْ تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَرَاحَمُوْا

”تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم رحم کرنے والے نہ بن جاؤ۔“

قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّنَا رَحِیْمٌ

”انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو سب کے سب رحم کرتے ہیں۔“

یہ صفت تو ہم میں موجود ہے۔

”فرمایا: اس سے مراد تمہارا کسی دوست کے ساتھ رحیم بن کر رہنا نہیں، بلکہ اس سے مراد عمومی رحمت ہے۔“

گویا مومن کا مزاج عمومی طور پر رحمت والا ہونا چاہیے۔ جبار بن کے رہنا، دوسروں کے ساتھ فرعون بن کے رہنا، تکبّر کے ساتھ رہنا، عجب کے ساتھ رہنا، یہ چیزیں اللہ رب العزت کو بہت ناپسند ہیں۔ فرمایا کہ تم اس وقت مومن بھی نہیں ہو سکتے جب تک تمہارے اندر یہ صفت نہ ہو۔ بعض لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم جب گھر میں داخل ہوں تو بس کرفیو لگ جانا چاہیے۔ بچے ڈر کے مارے ادھر اُدھر چھپ رہے ہوں اور بیوی کانپ رہی ہو۔

کس　شیر　کی　آمد　ہے　کہ　رن　کانپ　رہا　ہے

بلکہ

کس شیر کی آمد ہے کہ ''رن'' کانپ ''رہی'' ہے

مساواتِ عامہ کی تعلیم:

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ذریعے ہمیں بہت ہی خوب صورت تعلیم دی۔ وہ ہے ''مساواتِ عامہ''۔ کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں۔ اس نسبت سے ہم سب ایک ہیں۔ نہ رنگ کی وجہ سے کسی کو فضیلت حاصل ہے نہ زبان کی وجہ سے...... آج کی دنیا چودہ سو سال کے بعد اپنے آپ کو بڑی تعلیم یافتہ سمجھتے ہوئے کہتے ہے کہ Diserimination of Colour & Speech. (رنگ اور زبان کا فرق) نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تعلیم آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے عطا فرما دی تھی۔ چنانچہ زاد المعاد کی روایت ہے کہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ

''عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں''

وَ لَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ

’’اور عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل نہیں‘‘

وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ

’’اور گورے کو کالے پر فضیلت حاصل نہیں‘‘

وَ لَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى

’’اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، ہاں اگر کوئی فضیلت ہے تو پرہیزگاری کی وجہ سے ہے‘‘

غلاموں سے حسنِ سلوک کی تعلیم:

ایک مرتبہ ایک عجیب سا واقعہ پیش آیا۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام رنگ کا کالا تھا۔ وہ کوئی غلطی کر بیٹھا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو طعنہ دے دیا اور کہا:

يَا اِبْنَ سَوْدَأ (اے کالی کے بیٹے)

جیسے ماں کی طرف سے طعنہ دے دیتے ہیں۔ گویا حبشن کا بیٹا کہہ دیا۔ اس کا تذکرہ حدیث مبارک میں موجود ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ

’’ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے ایک آدمی سے تلخ کلامی کی اور اس کو ماں کی طرف سے طعنہ دے دیا‘‘

کہ تو کالی کا بیٹا ہے۔

فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم : يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ اِمْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ

”پس مجھے نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اس کو ماں کی طرف سے عار دلائی، تو ایسا بندہ ہے کہ تیرے اندر ابھی جاہلیت کی باتیں ہیں؟“

اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْکُمْ فَمَنْ کَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْکُلُ وَ لْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبِس وَ لَا تُکَلِّفُوْهُمْ مَّا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ

”یہ تمہارے غلام، تمہارے بھائی ہیں، ان کو اللہ نے تمہارا ماتحت بنایا ہے۔ تو جس کا کوئی غلام ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ جو خود کھائے اسے بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہ اس کو بھی پہنائے اور ان کو ایسی تکلیف میں نہ ڈالے کہ وہ تکلیف ان پر غالب آجائے (یعنی ان پر ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے) اور اگر کوئی ایسا بوجھ ڈالو تو تم ان کی مدد بھی کرو“

جب ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السّلام سے یہ بات سنی تو ان کو احساس ہوا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے غلام کے پاس گیا اور میں وہاں لیٹ گیا۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنا سر زمین کے اوپر رکھ دیا اور اس غلام سے کہا کہ جب تک تو میرے رخسار پر اپنا پاؤں نہیں رکھے گا، اس وقت تک میں زمین سے نہیں اٹھوں گا...... نبی علیہ السّلام کی صحبت پانے کا حق ادا کر دیا...... حتی کہ غلام نے اپنا پاؤں ان کے رخسار پر رکھا، تب انہوں نے زمین سے اپنا سر اٹھایا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی کیسے تربیت فرمائی!

حسنِ معاشرت کے زریں اصول:

نبی علیہ السّلام نے مِل جُل کر رہنے کے بہت خوب صورت اصول بتائے۔

مثال کے طور پر:

☆ارشاد فرمایا:

یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا

”تم آسانی پیدا کرو، مشکل پیدا نہ کرو، خوش خبری دو اور لوگوں کے اندر نفرت پیدا نہ کرو۔“

تو گویا ایک دوسرے کا لحاظ کرنا سکھایا۔

☆ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَ لَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا

”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کھاتا اور بڑوں کا اکرام نہیں کرتا، وہ ہم میں سے ہی نہیں۔“

☆یہ بھی فرمایا:

اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ

”تم لوگوں کو ان کے مرتبے کے مطابق اتارو“

یعنی اس بندے کے مرتبے کے مطابق اس سے ڈیلنگ کرو۔

☆حتی کہ یہ بھی فرما دیا:

اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمَ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ

”اگر تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا آجائے تو اس کا احترام کرو۔“

غور کریں کہ اس میں فقط مسلمان ہی کا تذکرہ نہیں ہے نا۔ کسی بھی قوم کا بڑا آسکتا ہے۔ نبی علیہ السّلام نے

فرمایا تم اس کا اکرام کرو۔

اخوتِ انسانی کی تعلیم:

مسلمان معاشرے میں رہنے سہنے کا یہ سلیقہ بھی سکھا دیا کہ آپس میں محبّت اور پیار سے رہو۔

☆......چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا

’’تم ایک دوسرے کے اندر برائی کی باتیں تلاش نہ کرو اور عیب نہ ڈھونڈو‘‘

☆اور ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا

’’اور تم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو۔‘‘

☆اور فرمایا:

وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا

’’اور اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو۔‘‘

سبحان اللہ! یہ کیسا پیارا تصور ہے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں اور اس انسانی بنیاد پر ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

مذاق اڑانے کی مذمت:

کسی دوسرے بندے کا مذاق اڑانا اور مجلس میں اس کی بے حرمتی کرنا، یہ اللہ کو بہت ناپسند ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (الحجرت:11)

’’تم میں سے ایک جماعت دوسری کا مذاق مت اڑائے۔‘‘

ہم اسے سمجھتے ہی کچھ نہیں۔ اِلَّا مَاشَا اللّٰہ

مذاق اڑانے والے کا اہانت آمیز انجام:

دوسروں کا مذاق اڑانے والوں کو کیا عذاب ہوگا؟...... ذرا توجہ کے ساتھ سنیے:

عَنِ الْحَسَنَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بِالنَّاسِ

’’حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو دوسروں کا مذاق اڑاتے ہیں۔‘‘

بات بات پہ ٹانٹ کر دینا، ہنسنا، مسکرانا، اس کے عیب کا اشارہ کر دینا۔ مذاق کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔ آگے فرمایا:

يُفْتَحُ لِاَحَدِهِمْ بَابٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ : هَلُمَّ هَلُمَّ فَيَجِيْءُ بِكَرْبِهٖ وَ غَمِّهٖ فَاِذَا جَاءَ اُغْلِقَ دُوْنَهٗ ثُمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اُخَرُ فَيُقَالُ لَهٗ : هَلُمَّ هَلُمَّ فَيَجِيْءُ بِكَرْبِهٖ وَ غَمِهٖ فَاِذَا اَتَاهُ اُغْلِقَ دُوْنَهٗ فَمَا يَزَالُ كَذٰلِكَ، حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيُفْتَحُ لَهُ الْبَابُ فَيُقَالُ لَهٗ: هَلُمَّ هَلُمَّ، فَمَا يَأْتِيْهِ

’’ان مذاق اڑانے والوں میں سے ایک بندے کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا، آجاؤ آجاؤ ادھر سے جنت میں پھر وہ اپنی تکلیف اور غم کے باوجود اس دروازے تک پہنچے گا۔ جب دروازے پر پہنچ جائے گا تو اس دروازے کو بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس کے لیے دوسرا دروازہ

کھولا جائے گا اور کہا جائے گا، ادھر سے آجاؤ ادھر سے آجاؤ۔ جب وہ اپنی تکلیف اور غم کے ساتھ دوسرے دروازے پر جائے گا تو اس کو بھی بند کر دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ بار بار ایسا ہوتا رہے گا، حتیٰ کہ اس کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور یہ بندہ جنت کے دروازے کی طرف ہی نہیں بڑھے گا۔ وہ جنت کے دروازے کی طرف اس لیے نہیں بڑھے گا کہ وہ سمجھ جائے گا کہ آج میرے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ جو دنیا میں مذاق کرے گا آخرت میں اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا جائے گا۔ اس کو کہتے ہیں، جزاء من جنس العمل...... اسے کہا جائے گا کہ تو لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کرتا تھا۔ جو تو نے بویا تھا آج اسے کاٹ لے گا۔ اس دن احساس ہوگا کہ میں اللہ کے بندوں کا مذاق کیوں اڑاتا تھا۔ اس لیے ہمیں دنیا میں آپس میں محبّت و پیار سے رہنا چاہیے۔

جوامعُ الکلِم:

اس سلسلے میں نبی علیہ السّلام نے ایک بات ارشاد فرمائی جو جوامع الکلم میں سے ہے۔ وہ سونے کے پانی سے لکھنے والی بات ہے۔ اگر انسان اس پر عمل کرلے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے دنیا میں ہی جنت میں رہنے جیسا مزا آنا شروع ہو جائے۔ ارشاد فرمایا:

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ

”جو تجھے توڑے اسے جوڑ۔“

وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ

”جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے۔“

وَ اَحْسِنْ مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ

’’اور جو تیرے ساتھ برا سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر دے۔‘‘

یہ ولایت کی ایسی صفات ہیں جو اللہ کے حبیب ﷺ چاہتے تھے کہ یہ ہر مومن کے اندر پیدا ہو جائیں۔

انسانی رشتوں کے چار دائرے:

ہمارے دنیا میں جو رشتے ہیں ان کا نیوکلیئس اور مرکزی نقطہ یہ ہے کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ پھر اس نیوکلیئس کے اردگرد مختلف دائرے ہیں۔ اب ان دائروں کی تفصیل سنیے۔

(۱) نسب کا دائرہ:

جو دائرہ اس مرکز کے سب سے قریب ہے اس دائرے کو ’’نسب‘‘ کہتے ہیں۔ خونی رشتہ۔ ایک گھر کے اندر جو لوگ رہتے ہیں اور ان کے عزیز، اقرباء اور قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں، وہ اس نسب کے دائرے کے اندر داخل ہیں۔ شریعت نے ان سب کو آپ میں پیار اور محبّت سے رہنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ اب اس میں کون لوگ ہوتے ہیں؟ ماں باپ، اولاد، بہن بھائی، خاوند بیوی، بیٹا بیٹی، اقرباء۔ دین اسلام نے ایک ایک کی عزت کرنا سکھائی۔ مثال کے طور پر:

ماں کے بارے میں فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ

’’جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔‘‘

باپ کے بارے میں فرمایا:

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ

’’باپ کی رضا میں اللہ کی رضا شامل ہے۔‘‘

بیوی کو خاوند کی عزت سکھائی۔فرمایا:

لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةِ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

’’اگر میں مخلوق میں سے کسی ایک کو دوسرے کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔‘‘

اتنا احترام سکھایا۔

اور خاوند کو کیا سکھایا؟ ارشاد فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ

’’تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنے اہل خانہ (بیوی) کے لیے بہتر ہے۔‘‘

بیٹے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

رِيْحُ الْوَلَدِ مِنْ رِيْحِ الْجَنَّةِ

’’بیٹے کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے‘‘

بیٹی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَ لَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

’’جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے‘‘

بھائی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلَى الصَّغِيْرِ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ

’’بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی پر ایسا ہی حق ہے جیسے باپ کا بیٹے پر حق ہوتا ہے‘‘

اس میں بھائی کو بھائی کا احترام سکھایا۔اسی طرح اعزا و اقربا کے ساتھ محبّت و پیار کے ساتھ رہنا سکھایا۔اس کو صلہ ءرحمی کہا گیا کہ جہاں رشتہ داری ہو، وہاں تعلّقات جوڑ کے رکھنے چاہئیں۔اس کا مرتبہ یہاں تک بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے صلہ ءرحمی سے فرمایا،

’’جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا، جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔‘‘

اللہ رب العزت ایسے بندے کو ناپسند فرماتے ہیں جو قطع رحمی کرنے والا ہو۔چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (البقرہ:27)

’’اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا وہ ان رشتوں کو توڑ دیتے ہیں۔‘‘

آج تو ان رشتوں کو توڑنے پر ایک منٹ بھی نہیں لگتا۔

☆ بھائی بھائی سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے آج کے بعد آپ سے نہیں بولنا،

☆ بہن بھائی کو کہتی ہے،

☆ رشتہ دار رشتہ دار کو کہہ دیتا ہے۔

سالہا سال کا تعلّق ہوتا ہے اور ایک لمحے کے اندر آنکھیں بدل لیتے ہیں۔خون اتنا سفید ہو گیا...... بیٹا اپنے باپ کو بڑھاپے اندر چھوڑ کے بھاگ جاتا ہے، جبکہ وہ اس کی خدمت کا محتاج ہوتا ہے۔

(۲) جیران کا دائرہ:

نسب کے دائرے کے گرد ایک اور وسیع دائرہ ہے۔شریعت نے اس کو جیران (پڑوس) کا دائرہ کہا ہے۔چنانچہ انسان کے گھر کے ساتھ چاروں طرف چالیس گھر پڑوس کے ضمن میں آتے ہیں۔پورا محلّہ

ہی سمجھ لیں۔ یہ لوگ پڑوسی کہلاتے ہیں۔ شریعت نے پڑوسیوں کا مستقل حق بنا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

پڑوسیوں کو ایذا پہنچانے کی مذمت:

ایک حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ وَ اللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ وَ اللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ

''اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں۔''

اللہ کے حبیب ﷺ نے تین مرتبہ قسم کھا کر کہا کہ وہ شخص مومن نہیں۔

مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهٗ بَوَائِقَهٗ

''جس کا پڑوسی اس کی ایذا سے بچا ہوا نہیں۔''

اللہ کے حبیب ﷺ کا صرف کہہ دینا ہی کافی تھا۔ اس زبان فیض ترجمان سے، جس سے ہمیں قرآن ملا، ان الفاظ کا صادر ہو جانا، یہ کافی تھا۔ چہ جائیکہ تین بار قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ایمان والا نہیں جس کے شر سے اس کے پڑوسی بچے ہوئے نہ ہوں۔

نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ فِي الْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ

''جبریل علیہ السّلام پڑوسی کے حقوق کے بارے میں بتلانے کے لیے میرے پاس اتنا آتے رہے کہ مجھے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ شاید پڑوسی کو بندے کی وراثت میں شامل کر دیا جائے گا۔''

تین قسم کے پڑوسی:

نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْجِیْرَانَ ثَلَاثَةٌ: جَارٌ لَہٗ حَقٌّ وَّاحِد جَارٌ لَّہٗ حَقَّان وَ جَارٌ لَہٗ ثَلَاثَة حقُوقٍ

''پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک پڑوسی وہ ہوتا ہے جس کا ایک حق ہوتا ہے۔ایک پڑوسی وہ ہوتا ہے جس کے دو حق ہوتے ہیں،اور ایک پڑوسی وہ ہوتا ہے جس کے تین حق ہوتے ہیں۔''

فَالْجَارُ الَّذِیْ لَہٗ ثَلَاثَةُ حَقُوْقٍ : اَلْجَارُ الْمُسْلِمِ ذُوْالرَّحِمِفَلَہٗ حَقُّ الْجِوَارِ وَ حَقُّ الْاِسْلَامِ وَ حَقُّ الرَّحِمِ

''جس پڑوسی کے تین حق ہوتے ہیں وہ پڑوسی مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔پس اس کا ایک حق پڑوسی کا حق ہے،دوسرا حق،اسلام کا حق ہے اور تیسرا حق،رشتہ داری کا حق ہے۔''

وَ اَمَّا الَّذِیْ لَہٗ حَقَّان: فَالْجَارُ الْمُسْلِمِ لَہٗ حَقُّ الْاِسْلَامِ وَ حَقُّ الْجِوَارِ

''اور جس بندے کے دو حق ہیں وہ مسلمان ہے۔اس کا ایک حق،اسلام کا حق ہے اور دوسرا حق پڑوسی کا حق ہے۔''

ایسے بندے سے خونی رشتہ تو نہیں ہوتا،مگر وہ کلمہ گو تو ہے۔

وَ اَمَّا الَّذِیْ لَہٗ حَقٌّ وَاحِد: فَالْجَارُ الْمُشْرِكُ

''اور وہ بندہ جس کا ایک حق ہے وہ مشرک (کافر) پڑوسی ہے۔''

یعنی اگر کافر آدمی بھی پڑوس میں آجائے اور رہنا شروع کردے،یہ دینِ اسلام اتنا خوب صورت ہے کہ اس کا بھی ایک حق متعیّن کر دیتا ہے۔

(۳)......ایمان کا دائرہ:

جیران کے دائرے کے گرد ایک تیسرا دائرہ ''ایمان'' کا ہے۔ جتنے بھی کلمہ گو ہیں وہ سب ایک رشتے میں منسلک ہیں۔ بنی علیہ السّلام پر ایمان لانے والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ اَخُوْ الْمُسْلِمِ

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔''

سیرتِ طیبہ سے اکرامِ مسلم کی چند مثالیں:

نبی علیہ السّلام ایمان والے کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔

حیرت کی بات ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر کوئی نبی علیہ السّلام کو بلاتا تھا تو آپ ﷺ اس کے جواب میں لَبَّیْكَ ارشاد فرماتے تھے۔

کوئی سائل آتا تو کبھی اس کو رد نہیں فرماتے تھے۔

بوڑھوں کا لحاظ فرماتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کو کلمہ پڑھانے کے لیے لے کر آئے تو نبی علیہ السّلام نے دیکھ کر ارشاد فرمایا: کہ تم اپنے بوڑھے والد کو کیوں لائے، مجھے بتا دیتے، میں خود چل کر ان کے پاس چلا جاتا۔

نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: کہ میں جب رات کو سوتا ہوں تو میرے سینے میں کسی کے خلاف کوئی نفرت نہیں ہوتی، سینہ بے کینہ ہوتا ہے۔ یہ میری سنت ہے، اور جو میری سنت پر عمل کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ جائے گا۔

اللہ کے حبیب ﷺ کے دل میں ایمان والوں کا اتنا درد تھا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جس کے دل میں میری امت کا غم نہیں وہ میری امت میں سے نہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
غریبوں کا ملجا یتیموں کا ماوا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

ایک عجیب بات:

ایک عجیب بات سنیے۔اس پر محدثین نے باب باندھا ہے۔چنانچہ ارشاد فرمایا:

بَابُ قَولِ النَّبِیّ ﷺ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ

”نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: جو ایمان والا بندہ فوت ہوا اور اپنا مال چھوڑ کر جائے، تو یہ مال اس کے وارثوں کا ہوتا ہے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں......سبحان اللہ! حیران ہوتے ہیں پڑھ کر......کہ نبی علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں:

اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

”میں ایمان والوں سے ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں۔“

مِمَّنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَ لَمْ يَتْرُكْ وَفَائًا فَعَلَيْنَا قَضَائُهٗ وَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ

’جو ان میں سے فوت ہوا اور اس کے ذمے قرضہ ہو، اور وہ اتنا پیسہ نہ چھوڑ کر جائے کہ قرض ادا ہو سکے۔تو اس کا قرضہ ہمارے ذمے ہے۔اور جو بندہ اپنا مال چھوڑ کر دنیا سے جائے، اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔“

نبی رحمت ﷺ کی رحمت بھری دعا:

نبی علیہ السّلام نے ایک عجیب دعا فرمائی۔آپ ﷺ بسا اوقات دوسرے بندے کو کوئی بات کبھی جمال سے سمجھاتے تھے اور کبھی جلال سے سمجھا دیتے تھے۔جیسی طبیعت ہوتی تھی ویسی بات فرماتے تھے۔مگر اللہ کے حبیب ﷺ نے اس کے لیے ایک عجیب دعا مانگی۔وہ دیا کیا تھی؟

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: مَنْ اٰذَيْتُهٗ فَاجْعَلْهُ لَهٗ زَكٰوةً وَّ رَحْمَةً

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ:

’’ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهٗ فَاجْعَلْ ذَالِكَ لَهٗ قُرْبَةً اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

’’اے اللہ! اگر میں نے کسی مومن کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کی۔اس ڈانٹ ڈپٹ کو قیامت کے دن اس کے لیے اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے۔‘‘

اللہ اکبر!!! عقل حیران ہوتی ہے، اس محسنِ انسانیت ﷺ کی تعلیمات کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ اے اللہ ! اگر میں نے سمجھانے کے دوران کسی کے ساتھ کچھ سختی کر دی تو تو اس سختی کو بھی قیامت کے دن اس کے لیے رحمت اور اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے۔

(۴) انسانیت کا دائرہ:

ایمان کے دائرے کے گرد ایک وسیع دائرہ ہے۔وہ ہے انسان ہونے کا دائرہ۔لہٰذا انسان ہونے کے ناتے ہم سب اللہ کے بندے ہیں۔نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا

’’اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔‘‘

ہمیں چاہیے کہ ہم احترام انسانیت سیکھیں۔ یہ نبی علیہ السّلام کی تعلیمات میں سے ہے۔

احترامِ انسانیت کی انمول مثالیں:

اوراب سنیئے کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے احترامِ انسانیت کی کیا مثالیں قائم کردی تھیں۔

ایک یہودی کے جنازے کا احترام:

انسان زندہ لوگوں کا تو احترام کرتا ہی ہے، نبی علیہ السّلام مردوں کا بھی احترام فرماتے تھے۔حدیث مبارکہ میں ہے:

كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَىْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ مُرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِیٍّ فَقَالَ اَلَيْسَتْ نَفْسًا

’’(ایک مرتبہ) سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے قریب سے ایک جنازہ گزرا اور وہ دونوں کھڑے ہوگئے۔ان دونوں سے کہا گیا کہ یہ تو ایک کافر کا جنازہ ہے۔ان دونوں نے کہا: ایک مرتبہ نبی علیہ السّلام کے قریب سے جنازہ گزارا گیا آپ ﷺ کھڑے ہوگئے۔کہا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: کیا یہ ایک انسان کی جان نہیں؟‘‘

اللہ اکبر!!! ایک یہودی کا جنازہ دیکھا اور آپ ﷺ شرفِ انسانیت کا لحاظ کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔اگر اللہ کے حبیب ﷺ نے ایک یہودی کے جنازے کا اتنا احترام فرمایا تو کیا ہم ایک زندہ انسان

کا احترام نہیں کر سکتے، اور پھر وہ کلمہ پڑھنے والا بھی ہو اور اللہ کا نیک بندہ بھی ہو۔

ایک یہودی عالم کے ساتھ حسنِ سلوک:

یہودیوں کا ایک عالم تھا۔ ان کا نام زید بن سعنہ تھا۔ ان کا قصہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

زَیْدُ بْنُ سَعْنَةَ الْحَبْرِ اَحَدُ اَحْبَارِ یَهُوْدُ وَ مِنْ اَكْثَرِهِمْ مَالاً اَسْلَمَ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ وَ شَهِدَ مَعَ النَّبِیِّ مَشَاهِدَ كَثِیْرَةً وَ تُوُفِّیَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مُقْبِلًا اِلَی الْمَدِیْنَةِ

”زید بن سعنہ یہود کے علماء میں سے ایک عالم تھے اور ان کے پاس مال بھی تھا۔ وہ اسلام لائے اور ان کا اسلام بہت اچھا تھا۔ انہوں نے نبی علیہ السّلام کے ساتھ کئی غزوات میں حصہ بھی لیا۔ جب وہ تبوک سے مدینہ کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں ان کی وفات ہو گئی۔“

رَوٰی عَنْهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اَنَّهٗ قَالَ: لَمْ یَبْقَ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ شَیْءٌ اِلَّا وَ قَدْ عَرَفْتُهٗ فِیْ وَجْهِ مُحَمَّدٍ حِیْنَ نَظَرْتُ اِلَیْهِ اِلَّا اثْنَتَیْنِ لَمْ اَخْبُرْهُمَا

”ان سے عبداللہ بن سلام نے یہ روایت کی کہ انہوں نے یہ کہا: جب میں نے نبی علیہ السّلام کا چہرہ انور دیکھا تو میں نے آپ ﷺ میں نبوت کی تمام علامات دیکھ لیں، سوائے دو کہ جن کا مجھے پتہ نہ چل سکا۔“

وہ صفتیں کون سی تھیں؟ تورات میں لکھا ہوا تھا:

مِنْهُ: یَسْبِقُ حِلْمُهٗ غَضَبَهٗ وَ لَا یَزِیْدُهٗ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَیْهِ اِلَّا حِلْمًا

”آخری نبی ﷺ کا حلم ان کے غصے پر غالب ہو گا، اور اگر اس کے ساتھ کوئی جہالت کا برتاؤ کرے گا تو ان کا حلم اور زیادہ بڑھ جائے گا۔“

فرماتے ہیں: یہ دو علامات ایسی تھی جو مجھے ڈھونڈنی تھیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فَكُنْتُ اَتَلَطَّفُ لَهٗ لِاَنْ اُخَالِطَهٗ وَ اَعْرِفَ حِلْمَهٗ وَجَهْلَهٗ

''اب میں پلاننگ کر رہا تھا تا کہ مجھے کوئی موقع ملے اور میں ان کے ساتھ میل جول کر سکوں کہ (معلوم ہو) ان کا حلم کتنا ہے۔''

قَالَ: فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا مِنَ الْاَيَّامِ مِنَ الْحُجُرَاتِ، وَ مَعَهٗ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَاَتَاهُ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ كَالْبَدَوِيِّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ قَرْيَةَ بَنِيْ فُلَانٍ قَدْ اَسْلَمُوْا فَاِنْ رَاَيْتَ اَنْ تُرْسِلَ اِلَيْهِمْ بِشَيْءٍ تُعِيْنُهُمْ بِهٖ فَعَلْتَ وَ قَدْ اَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ وَّ شِدَّةٌ فَلَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَيْءٌ قَالَ زَيْدٌ: فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا محمد! اِنْ رَاَيْتَ اَنْ تَبِيْعَنِيْ تَمْرًا مَعْلُوْمًا مِنْ حَائِطِ بَنِيْ فُلَانٍ اِلٰى اَجَلٍ كَذَا وَ كَذَا

''کہتے ہیں کہ نبی علیہ السّلام ایک دن اپنے حجرات میں سے نکلے اور حضرت علی ص آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ایک آدمی اپنی سواری پر آیا، جیسے دیہاتی ہوتا ہے وہ کہنے لگا۔اے اللہ کے پیارحبیب ﷺ! فلاں قریہ کے لوگ ایمان لے آئے، اگر آپ ان کو کوئی مدد بھجوانا چاہیں تو آپ ان کو بھیج سکتے ہیں ان کو قحط آ گیا، اس وقت اللہ کے حبیب ﷺ کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ زید کہتے ہیں: میں ذرا قریب ہوا اور کہا: اے محمد ﷺ! اگر آپ کہتے ہیں تو فلاں باغ کی اتنی کجھوریں آپ مجھے بیچ دیں۔''

مقصد یہ تھا کہ پیسے میں ابھی دے دیتا ہوں، آپ مجھے کھجوریں دے دینا

فَقَالَ: لَا يَا اَخَا يَهُوْدٍ وَ لٰكِنْ اَبِيْعُكَ تَمْرًا مَّعْلُوْمًا

''نبی علیہ السّلام نے فرمایا: میں تمہیں کھجوروں کا اتنا وزن دوں گا، اس باغ کی کجھوروں کی شرط نہیں۔

یہ بیع سلم کہلاتی ہے۔

فقلت نعم فبایعنی و اعطیته ثمانین دینَارا فاعطاہ الرجل قال زید: فلما کان قبل محل الاجل بیومین او ثلاثة خرج رسول الله ﷺ فی جنازة رجل من الانصار و معه ابوبکر و عمر و عثمان فی نفر من اصحابه، فلما صلی علی الجنازة اتیته، فاخذت بمجامع قمیصه و ردائه و نظرت الیه بوجه غیظ ثم قلت الا تقضی یا محمد حقی فوالله ما علمتك یا بنی عبدالمطلب لسیء القضاء مطلٌ قال فنظرت الی عمر و عیناه تدونران فی وجهه ثم قال: ای عدوالله، اتقول لرسول الله ما اسمع! فوالذی بعثه بالحق لو لا ما احاذر فوته لضربت بسیفی رأسك و رسول الله ﷺ ینظر الی عمر فی سکون و تبسم ثم قال: یا عمر، انا و هو الیٰ غیرِ هذا منك احوج ان تامره بحسن الاقتضاء و تامرنی بحسن القضاء۔ اذهب یا عمر! فاقضه حقه و زده عشرین صاعا مکان ما روعته قال زید: فذهب بی عمر فقضانی و زادنی فاسلمت

میں نے کہا: چلو ٹھیک ہے۔پس سودا ہو گیا اور میں نے آپ کو اسی دینار دے دیے۔ نبی علیہ السّلام نے وہ اسی دینار اس بندے کو دے دیے۔اور فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے لیے لے جاؤ۔زید کہتے ہیں: ابھی مقررہ دن سے دو تین دن باقی تھے۔ نبی علیہ السّلام ایک انصاری صحابی کے جنازے کے لیے تشریف لائے، اور آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب جنازہ پڑھ لیا تو میں آیا اور میں نے نبی علیہ السّلام کے قمیص اور تہہ بند کے جوڑے پکڑ لیا اور میں نے بڑے غصے سے نبی علیہ

السّلام کو دیکھا۔

''پھر میں نے کہا: اے محمد ﷺ ! کیا تم میرا حق نہیں دو گے؟ اللہ کی قسم ! یہ عبد المطلب کی اولاد کے لوگ قرضے کی ادائیگی میں بہت برے ہیں۔''

یعنی ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔اس نے جان بوجھ کر غصہ دلانے والی بات کی۔

کہتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اوران کی آنکھیں میری طرف لگ گئیں۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: اے اللہ کے دشمن ! تو اللہ کے حبیب ﷺ کو یہ کہہ رہا ہے۔اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے اس حق کے فوت ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیرا سر اڑا کے رکھ دیتا۔''

اور اللہ کے حبیب ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بڑے سکون سے ساتھ اور مسکراتے ہوئے دیکھا۔

پھر نبی علیہ السّلام نے فرمایا: اے عمر! میں اور وہ تیرے ایسے رویے کہ محتاج نہیں۔یعنی تیرا رویہ اور ہونا چاہیے تھا۔

وہ یہ کہ تو اس سے کہتا کہ تو اچھی طرح سے اپنا قرضہ مانگ اور مجھے کہتا کہ جی آپ قرضے کی ادائیگی میں جلدی کریں۔

پھر اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! جاؤ اور اسے اس کی کھجوریں دے دو، اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دینا، اس لیے کہ تو نے اس کو دھمکی دی ہے۔''

''زید فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ گئے، انہوں نے مجھے کھجوریں دیں اور انہوں نے بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں، پھر میں نے اسلام قبول کرلیا۔''

اللہ اکبر کبیرا!......اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے ہمیں کفار کے ساتھ معاملات کا یہ سبق فرمادیا۔

قحط زدہ کفار کے لیے خوش حالی کی دعا:

وہ کفارِ مکہ جنھوں نے نبی علیہ السّلام کو اتنی ایذائیں پہنچائیں اور مسلمانوں کے ساتھ برا سلوک کیا، ایک مرتبہ ان پر قحط آ گیا۔ وہ قحط اتنا شدید تھا کہ وہ لوگ چمڑا کھانے لگے۔ حتی کہ وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بھوک کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ اگر کوئی بندہ آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اسے دھواں نظر آتا تھا۔ عام دستور تو یہ ہے کہ دشمن کا یہ حال دیکھ کر انسان خوشیاں مناتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ ہوا یہ کہ

فاتاہ ابو سفیان، فقال: یا محمد انك تامر بطاعة الله و بصلة الرحم و ان قومك قد هلكوا فادع الله لهم

ابوسفیان نبی علیہ السّلام کے پاس آئے اور کہنے لگے:

''اے محمد ﷺ! آپ اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور رشتہ داریوں کو جوڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کی قوم ہلاک ہونے کے قریب ہو چکی ہے۔ آپ اللہ سے ان کے لیے دعا کر دیں۔''

حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

فَدَعَاهُمْ اللہ کے حبیب ﷺ نے ان کے لیے دعا فرما دی۔''

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے مکہ والوں پر قحط ختم کر دیا۔

کفار مکہ کے لیے غلے کی ترسیل:

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ وہ یمامہ میں رہتے تھے۔ ان کی طرف سے مکہ والوں کو گندم آیا کرتی تھی۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کو پتہ چلا کہ مکہ والے نبی علیہ السّلام کے ساتھ برا سلوک

کرتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ آج کے بعد گندم کا ایک بھی دانہ ادھر سے مکہ والوں کو نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ مکہ والے مصیبت میں پڑھ گئے۔ حدیث پاک میں ہے۔

فلما قدم مكة ثمامة بن اثال قال لا تأتيكم من اليمامة حبة حنطة حتى يأذن فيها النبى ﷺ زاد ابن هشام ثم خرج الى اليمامة فمنهم ان يحملوا الى مكة شيئا

جب ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے تو کہہ دیا کہ جب تک میرے محبوب ﷺ اجازت نہ دیں گے یمامہ سے گندم کا ایک بھی دانہ نہیں آئے گا۔''

پھر کیا ہوا؟

فكتبوا الى النبى ﷺ انك تأمر بصلة الرحم

مکہ والوں نے نبی علیہ السّلام کے نام ایک رقعہ لکھا، آپ تو رشتہ داریوں کو جوڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہماری گندم بند ہوگئی ہے اور ہم بھوک کی وجہ سے مرنے لگے ہیں، آپ رحم فرمائیں۔

فاکتب الی ثمامۃ ان تخلی بین ھم و بین الحمل الیھم

پھر نبی ﷺ نے ایک مکتوب لکھا کہ اے ثمامہ! ان کی گندم نہ روکو۔'' چنانچہ اللہ کے حبیب ﷺ کے کہنے پر مکہ والوں کی گندم دوبارہ شروع ہو گئی۔ نبی علیہ السّلام نے ایسا کیوں کیا؟ Respect of Humanity. (احترامِ انسانیت) کی وجہ سے۔

حاتم طائی کی بیٹی سے حسنِ سلوک:

حاتم طائی کی بیٹی جب نبی علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کی گئی، اس وقت وہ کافرہ تھی، مگر اللہ کے محبوب

ﷺ نے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

اصابت خیل رسول الله ﷺ ابنة حاتم، فقدم بها علی رسول الله ﷺ فی سبایا طیء فجعلت ابنة حاتم فی حظیرة بباب المسجد فمر بها رسول الله ﷺ فقامت الیه و کانت امراة جزلة، فقالت: یا رسول الله ﷺ! هلك الوالد و غاب الوافد، فامنن علی من الله علیك، قال من وافدك، قالت عدی بن حاتم قال الفار من الله و رسوله ثم مضی رسول الله ﷺ و ترکنی حتی مربی ثلاثا فاشار الی رجل من خلفه ان قومی فکلمیه، فقمت فقلت: یا رسول الله ﷺ! هلك الوالد و غاب الوافد، فامنن علی من الله علیك قال: قد فعلت، فلا تعجلی حتی تجدی ثقة یبلغك بلادك ثم اذنینی فسئالت عن الرجل الذی اشار الی فقیل علی ابن ابی طالب و قدم رکب من بلی فاتیت رسول الله ﷺ فقلت: قدم رهط من قومی قالت: فکسانی رسول الله ﷺ و حملنی، و اعطانی نفقه فخرجت حتی قدمت الشام علیٰ اخی عدی بن حاتم فقال لها عدی: ماترین فی امر هذا الرجل، قالت اری ان تلحق به

جب قبیلہ طے کے لوگ گرفتار ہوئے اور نبی علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کیے گئے تو ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ مسجد کے دروازے کے سامنے ایک جگہ تھی وہاں حاتم طائی کی بیٹی کو الگ رکھا گیا۔ اللہ کے حبیب ﷺ اس کے قریب سے گزرے تو وہ کھڑی ہوگئی۔ وہ بڑی سمجھدار عورت تھی، وہ کہنے لگی: اے

اللہ کے رسول ﷺ! میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور میرا محافظ بھائی بھی قریب نہیں ہے، میرے اوپر احسان کیجیے، اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ نبی علیہ السّلام نے پوچھا: تیرا محافظ کون ہے؟ کہنے لگی: (میرے بھائی) عدی بن حاتم۔

’’نبی علیہ السّلام نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سے فرار ہونے والا۔

چونکہ عدی بن حاتم اس مقابلے سے پہلے ہی فرار ہو گیا تھا اس لیے اللہ کے حبیب ﷺ نے اس کے لیے یہ فرمایا۔

وہ کہتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ چلے گئے اور مجھے چھوڑ دیا۔حتی کہ تین مرتبہ ایسا ہوا۔میں نے تین مرتبہ درخواست کی، مگر اللہ کے حبیب ﷺ خاموش ہو کر چلے جاتے تھے۔ پیچھے ایک بندہ تھا اس نے مجھے اشارہ کیا کہ کھڑی ہو اور پھر بات کر لے۔

میں پھر کھڑی ہو گئی اور (چوتھی مرتبہ) کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور میرا محافظ بھائی قریب نہیں ہے۔میرے اوپر احسان کیجیے، اللہ آپ پر احسان کرے۔

نبی علیہ السّلام نے فرمایا: ’’ہاں! میں نے تیرا کام کر دیا ہے، جلدی نہ کر، کوئی ایسا بندہ ڈھونڈ جو تجھے تیرے گھر حفاظت سے پہنچا دے۔‘‘

یعنی اللہ کے نبی ﷺ اسی وجہ سے خاموش تھے کہ کوئی ایسا بندہ نہیں مل پا رہا تھا۔ کیونکہ وہ ایک عورت تھی اور اس کو بھیجنا بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔اس کی جان، اس کے مال اور اس کی عزت کی حفاظت ضروری تھی۔ چنانچہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: کہ جب تمہیں کوئی ایسا بندہ مل جائے تو پھر مجھے بتا دینا۔

پھر میں نے اشارہ کرنے والے آدمی کے بارے میں پوچھا: بتایا گیا کہ وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

آخر سواروں کا ایک اور وفد بھی گرفتار ہو کر پیش ہوا۔

چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''اے للہ کے نبی! میری قوم کے کچھ با اعتماد بندے آگئے ہیں۔''

وہ کہنے لگیں: ''اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے کپڑے بھی دیئے، مجھے سواری بھی دی اور جانے کا خرچ بھی دیا۔ پھر میں وہاں سے نکلی، حتی کہ میں شام میں اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہنچ گئی۔ تو عدی نے اس سے پوچھا کہ اس بندے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

''کہنیلگیں: میں چاہتی ہوں کہ تو بھی ان کے غلاموں میں شامل ہو جا۔''

چنانچہ عدی بن حاتم نبی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

کافر لڑکی کے سر پر نبی رحمت کی چادر:

جب قبیلہ طے کا قافلہ نبی علیہ السّلام کے پاس آیا تو اس وقت ایک نوجوان لڑکی کا بچہ گم ہو گیا۔ وہ ماں تھی اور بھاگتی پھر رہی تھی کہ میرا بیٹا کہاں ہے۔ اس حالت میں اس کے سر سے چادر بھی اتر گئی۔

وہ اچانک نبی علیہ السّلام کے سامنے آ گئی۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنی چادر مبارک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا کہ اس لڑکی کو دے دو تا کہ وہ سر ڈھانپ لے۔ وہ صحابی کہتے ہیں: اے اللہ کے نبی ﷺ! وہ تو ایک کافر کی بیٹی ہے۔ نبی علیہ السّلام نے فرمایا:

''اگرچہ کافر کی بیٹی ہے، مگر بیٹی تو ہے، آج اگر تو اس کے سر کو ڈھانپے گا تو کل اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تیرے عیبوں پر رحمت کی چادر عطا فرما دیں گے۔''

احترامِ انسانیت کا یہ درس اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا۔

ذمیوں سے حسن سلوک کا حکم:

یہ بھی فرمایا گیا:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمَنَہُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِھِمْ وَ اَمْوَالِھِمْ

’’مومن وہ ہوتا ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور ان کے مال محفوظ ہوں‘‘

حتی کہ کافر لوگ مسلمانوں کے معاشرے میں رہتے ہیں اور ان کو ذمی کہتے ہیں۔اللہ کے حبیب ﷺ نے ان کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا حکم فرمایا۔حدیث پاک میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دِمَائُھُمْ کَدِمَاءِنَا وَ اَمْوَالُھُمْ کَاَمْوَالِنَا

’’ان کا خون ہمارے خون کی طرح اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح ہے۔‘‘

اور اگر کوئی ایسے بندے کو بلاوجہ مارے تو نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاھِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَ اِنَّ رِیْحَھَا یُوْجَدُ مِنْ سِیْرَۃِ اَرْبَعِیْنَ عَامًا

’’جو ایسے بندے کو قتل کر دے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے ہی آجاتی ہے۔‘‘

ایک حدیث مبارکہ میں اللہ کے حبیب ﷺ نے ایک عجیب بات ارشاد فرمائی۔فرمایا:

اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاھِدًا اَوْ اِنْتَقَصَہُ اَوْ کَلَّفَہُ فَوْقَ طَاقَۃٍ اَوْ اَخَذَ مِنْہُ شَیْئًا بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِیْجُہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

’’خبردار! جو کسی ذمی پر ظلم کرے، یا اس کو نقصان پہنچائے، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے، یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لے، میں قیامت کے دن اس کافر کا وکیل بنوں گا (اس ایمان والے سے اس کا حق دلوا کر رہوں گا)‘‘

اللہ اکبر کبیرا!......

حرفِ آخر:

احترامِ انسانیت کا جو درس نبی علیہ السّلام نے عطا فرمایا، وہ انسانوں میں یقیناً کسی اور نے نہیں دیا۔

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے　　وہ دنیا میں خدا کا لے کر آخری پیغام آئے
جھکانے آئے بندوں کی جبیں اللہ کے در پر　　سکھانے آدمی کو آدمی کا احترام آئے
وہ آئے جب تو عظمت بڑھ گئی دنیا میں انساں کی　　وہ آئے جب تو بندوں کو فرشتوں کے سلام آئے

اللہ رب العزت ہمیں بحیثیتِ انسانیت ایک دوسرے کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بحیثیتِ مسلمان ایک دوسرے کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بحیثیت رشتہ دار ایک دوسرے کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ